پروفیسر خالد شبیر احمد (چنیوٹ)
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

نیشنل سیکورٹی کونسل اور متحدہ مجلس عمل

جب فوجی حکومت کے بطن سے ''نیشنل سیکورٹی کونسل'' تولّد ہوئی تو حکومت نے خوشی کے شادیانے بجائے قوم کو نویدِ مسرت سنائی گئی کہ دیکھئے ہم نے پوری قوم کو آئندہ کے لئے مارشل لاء سے محفوظ کر دیا ہے۔ ہم نے جواباً عرض کیا تھا کہ جب پوری قوم کو نیشنل سیکورٹی کونسل کے ذریعے فوج کے حوالے کر دیا گیا ہے تو پھر ملک میں مارشل لاء لگانے کی ضرورت کب باقی رہ جاتی ہے۔

دوسری بات جو حکومت نے نیشنل سیکورٹی کونسل کے حق میں قوم کو بتائی تھی وہ یہ تھی کہ یہ ادارہ تو ایک بے ضرر سا ادارہ ہوگا جس کی حیثیت محض مشاورتی نوعیت کی ہوگی، جس میں سویلین اراکین کی تعداد زیادہ اور فوجی اراکین کی تعداد کم۔ لہٰذا قوم کو اس ادارے سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت ہم نے جواباً عرض کیا تھا کہ اگر یہ ادارہ اتنا ہی بے ضرر ہے تو اس ادارے کی قیام کے لئے فوجی جرنیل ۱۹۸۴ء سے کیوں کوشاں تھے۔ اور سویلین حکمران اس کی مخالفت کیوں کرتے رہے؟ کیا کوئی بے ضرر یا بے سود ادارے کے قیام کے لیے اتنی لمبی کوشش کرتا ہے؟ جتنی کوشش فوجی جرنیل نے اقتدار سنبھالنے کے بعد کی۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے یہ کامیابی چونکہ ہمارے موجودہ جنرل کی قسمت میں لکھی تھی لہٰذا یہ تمغہ ان کے سینے پہ ہی سج رہا۔

ہر مدعی کے واسطے زاغ وزغن کہاں

اصل بات تو ہم نے اس وقت ہی واضح کر دی تھی کہ اب فیصلے ''نیشنل سیکورٹی کونسل'' میں ہوں گے اور قومی اسمبلی اور سینٹ ان فیصلوں کی تائید وتوثیق کر کے اپنے جرنیل صاحب کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ چنانچہ جب سے یہ کونسل قائم ہوئی ہے یہی کچھ ہو رہا ہے۔ پچھلے سال بغیر اپوزیشن کے بجٹ پاس ہوگیا۔ کوئی بل اور قانون بنتا ہے تو صرف ۲۴ گھنٹوں میں مکمل ہو جاتا ہے۔ نہ اسمبلی کے اندر اس پہ کوئی بحث ہوتی ہے نہ اپوزیشن کو اعتماد میں لیا جاتا ہے۔

آئین کی موجودہ صورت حال اس وقت کیا رہ گئی ہے جبکہ نیشنل سیکورٹی کونسل کے صدر پاکستان کے صدر بھی ہیں اور ۵۲ بی ۲ کے تحت انہیں اسمبلیاں توڑنے کا حق بھی ہے اور وہ فوج کے سربراہ بھی ہیں۔ پہلے وزیر اعظم انہیں اپنا ''باس'' کہتے رہے۔ دوسرے وزیر اعظم چند دنوں کے لیے آئے اور موجودہ وزیر اعظم بھی ان کے یعنی جنرل صاحب کے سب سے بڑے ''جی حضوری'' ہیں۔ کیونکہ وہ ان کی ذاتی سند ہیں۔ وہ بھی اس لیے کہ ہمارے وزیر اعظم بھی اسی قدر

امریکہ نواز ہیں جس قدر ہمارے جنرل صاحب یہ دونوں حضرات امریکہ نوازی میں یک جان دو قالب کی مثل پر پورا اترتے ہیں۔

جب ایک آدمی کے پاس اتنے اختیارات ہوں اور ملک کا وزیراعظم محض ''جی حضوری'' ہوتو اس آئین کی کیا حیثیت اوران جمہوری اداروں کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے۔صدر اسحاق کا دورِحکومت یاد آگیا کہ ان کے پاس اسمبلیاں توڑنے کا یہی حق تھا تو انہوں نے ہرصوبے میں اپنی مرضی کی حکومت بنالی تھی اورنواز شریف بیچارے کی حکومت محض اسلام آباد تک محدود ہوگئی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میاں نواز شریف نے میاں اظہر کو پنجاب کا گورنر بنا کرلاہور بھیجا تو میاں منظور وٹو جو صدر اسحاق ساختہ وزیراعلیٰ پنجاب تھے'انہوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر میاں اظہر صاحب گورنر ہاؤس میں داخل ہوئے تو ان کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔ وہ تو صدر اسحاق تھے کوئی فوجی جرنیل تو تھے نہیں۔اب تو یہ اختیار ایک فوجی جرنیل کے ہاتھ میں ہے۔کوئی اسمبلی ان کی خواہش کے خلاف کام کرسکتی ہے؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔اراکین اسمبلی کو اس بات کا شدید احساس ہے کہ جنرل صاحب کے ایک اشارے پر اسمبلیاں ٹوٹ سکتی ہیں۔

شاید یہی خوف ہمارے قائدحزبِ اختلاف جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو بھی ہے۔اب ان کی خواہش ہے کہ نیشنل سیکورٹی کونسل میں شرکت کر لینی چاہیے۔جبکہ متحدہ مجلس عمل کے صدر جناب قاضی حسین احمد اس کے حق میں نہیں۔عارضی طور پر ۸/جون کے نیشنل سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ تو کرلیا گیا لیکن اس کے باوجود یہ اختلاف متحدہ مجلس عمل کے درمیان اب بھی موجود ہے۔جس کو طے کرنے کے لیے غالباً ۲۳/جون کی تاریخ طے ہوئی ہے اس روز متحدہ مجلس عمل کی سپریم کونسل فیصلہ کرے گی کہ اس سلسلے میں ایم ایم اے کو کیا کرنا چاہیے۔قارئین ''نقیبِ ختمِ نبوت'' کو اس وقت تک پتہ چل چکا ہوگا۔

اس سلسلے میں ہم متحدہ مجلس عمل سے صرف یہی گزارش کرسکتے ہیں کہ اگر اس کونسل میں جو کہ آپ کی اپنی مہربانیوں سے ہی قائم ہوئی تھی۔شرکت اتنی ہی ضروری تھی تو پہلے دن ہی اس میں شریک ہوجاتے اور اگر آپ نے دوتین اجلاسوں میں شرکت نہیں کی تو اب کونسی ایسی قیامت آپ کے سر پر آن پڑی ہے کہ اس میں شرکت کا مسئلہ آپ کے درمیان متنازعہ شکل اختیار کر گیا ہے۔کیا آپ کا اتحاد ملک اورقوم کے لیے ضروری ہے یا یہ کہ نیشنل سیکورٹی کونسل میں آپ کی شرکت؟ یہ ایک سوالیہ فقرہ ہے اور یہ صرف میرے لیے ہی لمحہ فکریہ مہیا نہیں کرتا بلکہ پوری قوم کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے۔اگر آپ وہاں جاکر ان کے اختیارات پر قابو نہیں پاسکتے تو وہاں اب جانے کی ضرورت کیا ہے۔آپ بعض اوقات اسمبلیوں کے اجلاسوں کا بائیکاٹ کردیتے ہیں۔ جہاں پر بیٹھنے کے لیے قوم نے آپ کو ووٹ دیئے ہیں اور اگر آپ نیشنل اسمبلی میں بطور احتجاج شریک نہیں ہوں گے تو قوم کا یہ احساس تو باقی رہے گا کہ اس ادارے کا قیام قومی اسمبلی اور سینٹ دونوں کی

توہین کے مترادف ہے۔نیشنل سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں شرکت نہ کر کے ہی قومی جذبات کی رہنمائی کی جاسکتی ہے شریک ہوکرنہیں۔

متحدہ مجلس عمل پہلے ہی بلوچستان کے اندرضمنی انتخاب ہارچکی ہے۔اس کی ''پاپولیرٹی'' کا گراف بلوچستان میں نیچے گررہاہے۔اگرآپ کی اس شرکت سے سرحد کے اندربھی یہی صورتحال پیدا کردی تو پھرآئندہ اتنی بات میں آپ کی کیا حیثیت رہ جائے گی۔اس کا اندازہ آپ مجھ سے بہترلگاسکتے ہیں۔جب آپ پاک افغان ڈیفنس کونسل کے تحت امریکہ کے خلاف تحریک چلارہے تھےاورآپ کی دعوت پرمجلس احراراسلام بھی اس تحریک میں آپ کے ساتھ تھی تو اس وقت آپ کہاں کھڑے تھےاوراب کہاں کھڑے ہیں۔یہ آپ خودسوچئے اوراگرآپ کے نیشنل سیکورٹی کونسل میں شریک نہ ہونے سے آپ کی سرحدحکومت کوکوئی نقصان ہوگاتو وہ بھی تو دراصل مرکزی حکومت کا اپنانقصان ہوگا۔آپ کانہیں کہ آپ اپنے مؤقف پرقائم رہےاوراپنے مؤقف پرقائم رہناہی دراصل کامیابی ہے۔لیکن یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ مؤقف پر وہی لوگ قائم رہتے ہیں جنہیں اپنے مؤقف کی صداقت پرلازوال یقین ہوتا ہے۔آپ کانیشنل سیکورٹی کونسل میں شرکت نہ کرنے کا مؤقف کہاں تک درست تھایہ آپ کوآنے والا وقت بتادے گا۔ہم نے جوسچ سمجھابیان کردیا۔اصل معاملہ آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے جوچاہیں سووہ آپ کریں،مرضی حضورکی۔

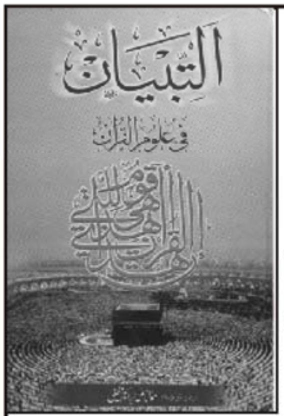

استادمحمدعلی صابونی کی کتاب

التبیان فی علوم القرآن

سلیس اوربامحاورہ ترجمہ۔جس کے بعدشرح کی ضرورت باقی نہیں رہتی

اردوترجمہ: مولانامحمدابراہیم فیضی

پیشِ لفظ: سیدفضل الرحمٰن تعارف: مولاناقاری محمدحنیف جالندھری

ناشر:القلم:فرحان ٹیرس۔ناظم آبادنمبر۲،کراچی۔فون 0300-2257355

رابطہ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔اے۔۱۷/۴،ناظم آبادنمبر۴کراچی فون:021-6684790